© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اپریل ہمیں اقبال کی یاد دلاتا ہے۔ ہماری تقویم میں اس مہینے کو بلاشبہ ایک خصو
حاصل ہے۔ یہی مہینہ ہے جس کی ۲۱ویں تاریخ کو مردِ حق آگاہ دانائے راز شاعرِ مشر
علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت کی۔

اپریل یومِ اقبال کی تقریبات کا مہینہ ہے۔ یومِ اقبال منانے کی روایت ہر سال ک
سال بھی دُہرائی جائے گی۔ انجمنیں، ادارے، اخبارات و رسائل اپنے اپنے دائرے میں
کی یاد منائیں گے۔ بے محل نہ ہوگا کہ اگر ادارۂ "فکر و نظر" بھی اپنے قارئین سے کچھ د
باتیں کرے۔

آج اقبال کی یاد آتی ہے تو دل میں خجالت اور شرمندگی کا احساس پیدا ہوتا
ہے جیسے ہم نے من حیث القوم اقبال کے ساتھ بیوفائی کی ہو۔ اقبال کے اعتماد اور
دھوکا دیا ہو۔ ہم نے اقبال کی توقعات پوری نہیں کیں۔ اقبال کی نیک تمنّائیں ہمارے کچ
نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے + ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہ
اقبال نے اپنے خونِ جگر سے اس مٹی کی آبیاری کی اور اس میں امید کا بیج بو
ویراں" ویران کی ویران ہی رہی۔ بلکہ وقت کے ساتھ اس کی ویرانی میں اور اضافہ ہ
یومِ اقبال منانے کی یہ جو روش ہم نے اختیار کر رکھی ہے وہ انتہائی مضحکہ
کے ساتھ اس سے بڑا مذاق اور کیا ہوگا کہ ہم اپنی تقریروں اور تحریروں میں تو ا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ لیکن عملاً اس پیغام ... اقبال کی زندگی کا مقصد تھا۔ ممکن ہے پیغام کی بات پر کچھ بے خبر لوگوں کے کان کھڑے ہوں اور وہ کلامِ اقبال کو ایک شاعر کا تفننِ طبع خیال کریں۔ اقبال کو شاعر کہنے والے اقبال کے مقام نا آشنا ہیں۔ اقبال کی عظمت ان کے شاعر ہونے میں نہیں بلکہ مصلح اور حکیم ہونے میں ہے۔ ل نے اپنی شاعری کو ملّت کی اصلاح کا ذریعہ بنایا۔ انھوں نے اپنی شاعری کو اس پیغام کی تبلیغ لئے وقف کر دیا جس کو لے کر نبی آخرالزماں حضرت محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ...ری پختگی کے بعد کا کلام تمام کا تمام ایک پیغام، ایک دعوت، ایک پکار ہے، خفتہ قوم کو بیدار کرنے کے لئے، گم کردہ راہ کاروانِ ملّت کو منزل کی طرف بلانے کے لئے، قعرِ مذلت میں گرے ہوئے مسلمانوں کو عزت عظمت اور سرفرازی کے بامِ بلند تک پہنچانے کے لئے۔

امت مسلمہ کے بختِ خفتہ کو بیدار کرنے کے لئے اقبال جو نسخہ تجویز کرتے ہیں۔ یہ وہی نسخہ ہے جو آج سے چودہ سو برس پہلے رسول عربیؐ کو شافی مطلق کے دربار سے ملا تھا۔ قرآن کریم ہمارے لئے نسخۂ شفا ہے۔ جب تک ہم نے اس نسخے کو استعمال کیا دونوں جہان کی کامیابی و کامرانی ہمارا مقسوم رہی لیکن جب ہم نے اسے پسِ پشت ڈال دیا اور ان احکام و ہدایات سے رُوگردانی کی جو ہمیں پروردگارِ عالم کی طرف سے دی گئی تھیں، تو ہم اوجِ ثریا سے گر کر زمین کی پستی میں آ رہے آج بھی اگر ہم دنیا میں اپنے منفرد وجود کے ساتھ عزت و وقار کی زندگی بسر کرنی چاہتے ہیں تو ہمارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ ماضی کی طرف لوٹ کر اپنے لئے کتابِ الٰہی میں راہِ نجات تلاش کریں۔ قرآن مجید کو پس پشت ڈال کر ہم کبھی بھی دنیا میں سرخرو و سرفراز نہیں ہو سکتے۔ ہم میں اپنے مسلمان ہونے اور مسلمان رہنے کا احساس کم و بیش ہر دور میں باقی رہا مگر یہ نکتہ اکثر نگاہوں سے اوجھل رہا کہ خیرالامم کے منصبِ جلیل پر فائز رہنے کے لئے قرآن کو حرزِ جاں بنا کر رکھنا ضروری ہے۔ اس صحیفہ ہدایت کو زندگی کا دستور العمل بنائے بغیر مسلمان اپنا ملّی وجود برقرار نہیں رکھ سکتے اقبال اپنے ایک فارسی شعر میں کس قدر جامعیت کے ساتھ باندازِ حکیمانہ اس نکتے کی وضاحت کرتے ہیں ؎

گر تو می خواہی مسلماں زیستن + نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افسوس کا مقام ہے کہ جو کتاب مسلمانوں کا سامانِ زیست اور سرمایۂ حیات ہے،
کی اکثریت اس پر عمل کرنے کی طرف سے غافل ہے۔ قرآن کریم کے وہ اسباق جو رسول اکر
علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ میں واضح کئے گئے ہیں، آج ہم ان سے یکسر نابلد
معاشرے کی اسلامی شکل و صورت غیر اسلامی ثقافت اور صرصر عصیان کے آگے مسخ ہو
ہے۔ غیرت دینی کے فقدان کے ساتھ شب و روز غیر اسلامی محرکات کے ہم ایسے خوگر ہو گئے ہ
خود فرطِ ندامت سے سرنگوں ہے۔

اقبال حکیم اُمت تھے، اُمت کے مرض کہنہ سے واقف تھے، اس لئے بار بار اپنے اشعا
بیدار کرنے کی سعی کرتے تھے۔ خودی اور خود شناسی کے جذبہ کو بیدار کر کے اُمتِ مسلمہ کو ایک
پیروں پر کھڑا کرنے کی کوشش کرتے رہے، کبھی تو فرماتے ہے

تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو + کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ

اور پھر یوں حسرت و یاس کا اظہار کرتے ہے

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت + وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

آج ہماری قومی حقیقت غیروں کی امداد اور غیروں کے سہارے زندگی کے آثار کی حا
کے افراد اگر اپنے حبیبوں کے آگے دستِ سوال دراز کرتے ہیں تو کیا عجب ہے۔ ان کی جب آنکھ
عظمتِ اسلام کے آثار مٹ چکے تھے، سطوت اغیار کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ بین الاقوامی
اور تعاون کے نام پر مقتدر قومیں پسماندہ اقوام کو اپنی امداد اور ترقیاتی معاہدوں سے اسیر
مشغول تھیں۔ سیاسی سطوت کھو کر اقتصادی اور کلچرل دام چاروں طرف پھیلا رہی تھیں
شعار و تعلیم کی جگہ لادینی شعار و تعلیم اور پھر فرنگی تہذیب و تمدن اور یورپی ثقافت ملک
ہر طبقے کے افراد میں رچ رہی تھی۔ اور آج یہ عالم ہے کہ جنسی جمالیاتی مظاہرے دنیا بھ
فنونِ لطیفہ، کلچر جیسی اصطلاحات کے پردے میں فضائل و خصائص محامد و محاسن بلک
علامات و آثار سمجھے جاتے ہیں ہے

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو + آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر + یہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لب گور

آج سے پچاسوں برس پہلے اکبر الہ آبادی مرحوم بالکل بجا فرما گئے تھے ؎

مشرقی تو سرِ دشمن کو کچل دیتے ہیں + مغربی اس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں

اقبال عمر بھر ملّتِ اسلامیہ کے اتحاد کا آوازہ بلند کرتے رہے مگر وائے افسوس کہ ہم میں آج تک یہ احساس پیدا نہ ہوا۔ ذاتی اغراض نفسانی خواہشات، علاقائی تعصّبات، فرقہ وارانہ اختلافات اور مذہبی منافشات نے ملّت کی ردا کو تار تار کر رکھا ہے۔ وہ قوم جس کو عقیدہ توحید کے زیر اثر "بنیان مرصوص" (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) ہونا چاہیئے تھا، وہ انتشار کا شکار ہو کر ریت کی دیوار ہے۔ اغیار اسے اپنی ٹھوکروں سے پامال کرتے ہیں اور وہ ذلّت و نکبت کی زندگی پر قانع، ماضی سے بے خبر اور مستقبل سے بے پروا، اپنے حال میں مست ہے۔ اقبال نے کبھی آوازہ بلند کیا تھا ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے + نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

نیل کے ساحل پہ کیا گزری اور خاکِ کاشغر کا انجام کیا ہوا؟؟

نیل کا پانی مسلمانوں کے خون سے سُرخ ہے اور کاشغر کی مٹّی مسلمانوں کا مدفن ہے۔ یہ نتیجہ ہے حرم سے بے نیازی کا۔ کیا اقبال کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔

پاکستان نے اپنی مختصر مدّتِ حیات میں بڑے بڑے نشیب و فراز دیکھے مگر ایسا نازک وقت پاکستان کی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ ملّت کا سفینہ گرداب میں پھنس کر ہچکولے کھا رہا ہے۔ ناخدا باہم دست و گریباں ہیں۔ اہلِ کشتی اپنے ہولناک انجام سے خائف عالمِ بے چارگی میں خدا کو پکار رہے ہیں۔ ان حالات میں دعا ان کا آخری سہارا ہے۔ رحمتِ باری سے امید ہے کہ جہاں اور سب تدبیریں ناکام ہو جائیں گی، وہاں دعا مستجاب ہوگی۔ پردہ غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوگا اور آگے بڑھ کر پتوار تھام لے گا۔ کشتی ساحلِ مراد سے جا لگے گی، اور سر سجدۂ شکر بجالانے کے لئے جھک جائیں گے۔

من یجیب المضطر اذا دعاہ

© rasailojaraid.com